رشتے میں حسب نسب کا لحاظ

س : آپ نے لکھا ہے ("رسائل و مسائل" جون ۱۹۹۹) کہ شرط صرف یہ ہے کہ لڑکی ایسے لڑکے سے شادی کا مطالبہ نہ کرے جو اس سے خاندانی' دینی اور پیشے کے لحاظ سے کم تر حیثیت کا مالک ہو۔ اگر اسلام میں بھی ہندومت کی طرح ادنیٰ اور اعلیٰ کی تمیز ہے تو پھر ہم ذات برادری کے چکر سے کیسے نکل سکتے ہیں؟ ایک موچی یا حجام کو جو محنت مزدوری کرتا ہے' کم تر کیوں سمجھا جائے؟ میرے خیال سے اگر لڑکے کی سیرت اچھی ہے' رزق کے ذرائع حلال ہیں' تو خاندان اور پیشے کی قید لگانا درست نہیں۔ ایک دینی رسالے میں اس طرح کی بات لوگوں کو دین سے دور کرتی ہے۔

ج : "کفو" کے مسئلے میں آپ نے جو لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اسلام میں فضیلت کا دارومدار ایمان اور علم و عمل ہے۔ حسب نسب اور پیشہ' فضیلت کے معیار نہیں ہیں۔ جن فقہا نے "کفو" کا لحاظ کیا ہے وہ اس حقیقت کو مانتے ہیں۔ انھیں اس سے اختلاف نہیں ہے اور اسی بنا پر تمام فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر ایک شخص مسلمان ہو تو کسی بھی حیثیت اور درجے کی خاتون کا اس سے نکاح جائز ہے۔ اگر لڑکی اور اس کے اولیا دونوں راضی ہوں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ فقہا نے "کفو" کے مسئلے کو اللہ تعالیٰ کے ہاں فضیلت اور درجہ اور اسلامی حکومت میں کسی عہدے اور منصب کے لیے اس کے امتیاز کی وجہ سے نہیں بلکہ دنیوی فوائد اور نقصانات کے لحاظ سے تسلیم کیا ہے۔ اس لیے کہ مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ مرد اور عورت کا آپس میں نکاح ہو جائے بلکہ اسے باقی اور مستحکم رکھنے اور دونوں خاندانوں کے درمیان تعلقات کو استوار کرنے کا بھی ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے لوگ دینی حیثیت کے ساتھ دوسری حیثیتوں کو بھی مدنظر رکھتے ہیں۔ اسلام ان کو دینی حیثیت کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ دوسری حیثیتوں کو ملحوظ رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: اَلْمَرْاَةُ تُنْکَحُ عَلٰی دِیْنِهَا وَمَالِهَا وَجَمَالِهَا فَعَلَیْكَ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ (ترمذی' کتاب النکاح)' عورت کے ساتھ نکاح اس کے دین' مال اور جمال کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ پس تم دین والی کو ترجیح دو۔

جس طرح ایک لڑکا' لڑکی کی مختلف خوبیوں کو پیش نظر رکھتا ہے' اس طرح لڑکی اور لڑکی کے اولیا بھی لڑکے کے اندر مختلف خوبیاں تلاش کرتے ہیں۔ دین داری کے ساتھ وہ ان خوبیوں کو پیش نظر رکھ کر رد و قبول کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب لڑکی نے ایک شخص کو پسند کر لیا در آں حالیکہ وہ دنیوی خوبیوں کے لحاظ سے اس کے مقابلے میں کمتر درجے کا تھا اور ورثا اس پر راضی نہ ہوئے تو پھر کس کی بات کا اعتبار ہو گا؟ اسی طرح اگر ورثا نے ایسے شخص کو پسند

کر لیا جو دنیوی وسائل کے لحاظ سے اس سے کم تر درجے کا تھا' لیکن لڑکی راضی نہیں ہے تو پھر کیا ہو گا؟ دونوں صورتوں کا حکم ایک ہے کہ پھر کسی ایسے شخص کو منتخب کیا جائے جس پر دونوں راضی بھی ہوں اور وہ لڑکی سے دنیوی درجہ میں کم تر بھی نہ ہو۔ اگر ایسی صورت پر اتفاق نہ ہو سکے تو پھر لڑکی کی رضا مقدم ہو گی بشرطیکہ لڑکا درجے میں اس سے کم تر نہ ہو۔ اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ لڑکی کو شوہر کے تابع ہو کر رہنا ہے اور تابع کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی پوزیشن میں ہو کہ متبوع کی اتباع کر سکے' اس کی طرف سے کوئی بھی رکاوٹ نہ ہو اور خاندان کی طرف سے بھی رکاوٹ نہ ہو۔ دنیوی' دینی اور اخلاقی لحاظ سے درجات کا فقہا نے جو اعتبار کیا ہے اس پر شروع دن سے تعامل ہے۔ دینی اور اخلاقی حیثیت کے ساتھ پیشے کی حیثیت کو اس حد تک شریعت نے ملحوظ رکھا ہے کہ اگر لڑکی ان حیثیتوں میں لڑکے سے فائق ہو تو پھر مشورے اور اتفاق سے نکاح ہو' اس کے بغیر لڑکی نکاح نہ کر سکے۔ اس میں لڑکی' لڑکے اور دونوں خاندانوں کا فائدہ ہے اور نکاح کے رشتے کے دوام اور استحکام کا موجب ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے دنیوی سہولتوں میں فرق پڑتا ہے۔ ایک حجام و دھوبی اور صفائی کے پیشے سے تعلق رکھنے والے شخص کو اٹھنے بیٹھنے اور رہن سہن کی وہ سہولتیں حاصل نہیں ہوتیں جو ایک علمی گھرانے کی چشم و چراغ لڑکی کو حاصل ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں اگر نکاح ہو گیا تو کتنی دیر تک گزارہ ہو سکے گا؟ لڑکی کے رشتے دار کتنے عرصے تک تعلقات قائم رکھ سکیں گے؟ اس کے مقابلے میں اگر باہمی مشورے اور رضامندی سے ایسا ہو تو پھر امید پیدا ہو جاتی ہے کہ رشتہ مستحکم رہے گا اور لڑکی اور اس کے اولیا مشکلات برداشت کرنے کے لیے تیار رہیں گے۔ اس لیے ہمیشہ دین دار لوگ بھی اپنی لڑکی کے لیے رشتہ دیکھتے وقت دینی حیثیت کے ساتھ دوسری سہولتوں کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔ دوسری سہولتوں کو پیش نظر رکھنا دین کے منافی نہیں ہے کیونکہ دین اس کی اجازت دیتا ہے۔ دین تو صرف اس بات کی مخالفت کرتا ہے کہ دین کو نظرانداز کر کے محض دنیوی حیثیتوں کی بنا پر رشتے کیے جائیں یا دنیوی حیثیتوں کو فضیلت' مقام و مرتبے کا معیار سمجھا جائے (مولانا عبدالمالک)۔

اہم گزارش: اس رسالے میں اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کی کوئی ذمہ داری ماہنامہ ترجمان القرآن کی انتظامیہ کی نہیں ہے۔ قارئین اپنی ذمہ داری پر معاملات کریں۔ (ادارہ)